محمد سمیع اللہ فراز☆

اسلامی تحریکیں اور مغربی تحقیقات

موجودہ دور کو بجا طور پر مغربی فلسفہ وفکر اور علوم وفنون کی بالا دستی کا دور کہا جا سکتا ہے۔ آج پورے کرۂ ارضی پر مغربی افکار ونظریات اور انسان وکائنات کے بارے میں وہ تصورات پوری طرح چھائے ہوئے ہیں جن کی ابتدا آج سے تقریباً دوسو سال قبل یورپ میں ہوئی تھی اور جو اس کے بعد مسلسل مستحکم ہوتے اور پروان چڑھتے چلے گئے۔ آج کی دنیا سیاسی اعتبار سے خواہ کتنے ہی حصوں میں منقسم ہو، فکر اور سوچ کے دائرے میں ایک ہی طرز فکر اور نقطۂ نظر پوری دنیا پر حکمران ہے۔ بعض سطحی اور غیر اہم اختلافات سے قطع نظر، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی تمدن کا سکہ پوری دنیا میں جاری ہے۔ مغربی تہذیب وتمدن اور فلسفہ کا یہ تسلط اس قدر شدید اور ہمہ گیر ہے کہ بسا اوقات یوں دکھائی دیتا ہے کہ خود جدید مسلم فکر اور اسلامی تحریکات بھی، جو اصلاً مغربی فکر کے استیلا کے مقابلے کے لیے وجود میں آئیں، مغرب کے فکری اثرات سے بالکلیہ محفوظ نہیں ہیں اور خود ان کا طرزِ فکر بہت حد تک مغربی ہے۔

گزشتہ صدی میں عموماً اور خلافتِ عثمانیہ کے سقوط (۱۹۲۴ء) کے بعد خصوصاً، مغرب کا یہ استیلا نہ صرف سیاسی وعسکری بلکہ ذہنی وفکری دائروں میں بھی عالم اسلام پر قائم ہوا، تاہم مسلم دنیا پر مغرب کی یورش چونکہ اصلاً سیاسی تھی، اس لیے عالمِ اسلام میں اس کے خلاف پیدا ہونے والے ردعمل میں بھی اسی کا احساس غالب نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بقول ملتِ اسلامی کے اس تلخ احساس نے کہ یورپ نے کہیں براہِ راست تسلط اور قبضے اور کہیں انتداب وتحفظ کے پردے میں اسے اپنا محکوم بنا لیا ہے اور اسے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر کے اس کی وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کر دیا ہے، بارہا دردانگیز نالوں کی صورت اختیار کی اور اپنے شاندار ماضی کی حسرت بھری یاد، اپنی عمرِ رفتہ اور عظمت وسطوتِ گزشتہ کی بازیافت کی شدید تمنا اور گردشِ ایام کو پیچھے کی طرف لوٹانے کی بے پناہ خواہش نے کبھی جمال الدین افغانی کی انقلاب پسند شخصیت کا روپ دھارا اور کبھی تحریکِ خلافت کی صورت اختیار کی، لیکن حقائق نے ہر بار جذبات وخواہشات کا منہ چڑایا اور مغرب کی سیاسی بالا دستی رفتہ رفتہ ایک تسلیم شدہ واقعہ کی صورت اختیار کرتی چلی گئی۔

مغربی فلسفہ وفکر اور تہذیب وتمدن کے مقابلے میں عالم اسلام کی جانب سے مدافعت کی کوششیں ہونا بھی ناگزیر تھا۔ اسی احساسِ تحفظ نے 'احیائے اسلام'، 'قیامِ حکومتِ الٰہیہ' اور 'نفاذِ نظامِ اسلامی' کی تحریکیں مختلف مسلمان ملکوں میں منظم کیں،

☆ لیکچرار شعبہ علومِ اسلامیہ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان۔ samiullahfraz@hotmail.com

جن میں کچھ اصلاحی طریقہ کار پر گامزن ہوکر پر امن ماحول میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہیں اور کچھ تحریکوں نے شدت پسندی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے مغرب کی ہر پالیسی کا نہ صرف انکار کیا بلکہ منظم گروہوں کی شکل میں مغربی یورش کے مقابلہ ومزاحمت کی کوشش بھی کی۔ تحفظ و مدافعت کی یہ کوششیں دو طرح کی تھیں: ایک وہ جن میں محض تحفظ پر قناعت کی گئی اور دوسری وہ جن میں مدافعت کے ساتھ ساتھ مصالحت اور کسر وانکسار کی روش اختیار کی گئی۔

مغربی مفکرین و مستشرقین نے اسلامی تحریکات کے مزاج کا گہرا فہم حاصل کرنے اور ان کے بارے میں اپنے لائحۂ عمل کو ترتیب دینے کے لیے ان کو اپنے خصوصی مطالعہ کا موضوع بنایا اور دونوں قسم کی تحریکوں کی طبقہ بندی کر کے اس کے موافق پالیسیاں تشکیل دیں۔

اسلامی تحریکات کے حوالے سے مستشرقین میں تین طرز فکر پائے جاتے ہیں۔ اول، وہ جنھوں نے اسلامی تحریکات کو انتہا پسند اور ریڈیکل قرار دیتے ہوئے اُن پر تنقید کی ہے اور مغربی پالیسی سازوں کو ان کے خلاف اقدامات کی سفارشات کی ہیں۔ دوسرے، وہ طبقہ جس نے اسلامی تحریکوں اور گروہوں کے بارے میں مثبت رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کی خدمات اور اسلامی معاشروں پر ان کے اثرات کو تسلیم کیا ہے۔ تیسرا وہ طبقہ جس نے معتدل انداز میں اسلامی تحریکات اور شدت پسند گروہوں کے نقصانات اور ان کے ممکنہ خطرات کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے فوائد، مجبوریوں اور ان کے پس منظر میں کارفرما عوامل کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی مغربی حکومتوں کو یہ تجویز دی ہے کہ ان کے تحفظات کو دور کیا جائے تاکہ امنِ عالم کے قیام میں حائل رکاوٹوں کا تدارک ہو سکے۔

اسلامی تحریکات کے بارے میں استشراقی افکار کا جائزہ اس تحقیقی ورثہ کی روشنی میں لیا جاسکتا ہے جس میں تاریخِ اسلامی، اسلامی سیاست اور معاشرت پر بحث کی گئی ہے اور اسی ضمن میں اسلامی تحریکات کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ مشہور مستشرق John L. Esposito نے اپنی متعدد تصانیف مثلاً *The Islamic Threat: Myth or Reality* (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نیویارک 1999ء) میں اسلامی تحریکات کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے مغرب کو ان کے عزائم سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی مصنف کی ایک دوسری کتاب *World Religions Today* (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2002ء) میں بھی انھی خیالات کی عکاسی ہوتی ہے۔ Esposito کی تصنیف *Unholy War: Terror in the name of Islam* (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2002ء) میں بھی اسلامی مکاتبِ فکر اور تحریکات سے متعلق استشراقی مفروضات وخدشات کی نشاندہی ہوتی ہے۔ 2002ء ہی میں شائع ہونے والی ان کی کتاب *What Everyone Needs to Know about Islam* میں بھی اسلامی تحریکات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ Esposito کی ایسی ہی ایک اور تصنیف *Makers of Contemporaty Isalm* ہے جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے زیر اہتمام 2001ء میں شائع ہوئی ہے۔

Bernard Lewis طبقۂ استشراق میں اعلیٰ پایہ کے محقق شمار ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ ان کا مستقل موضوع ہے جس کے تحت انہوں نے مختلف خطوں میں قائم اسلامی ریاستوں کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کو ایک تحریک کا نام دیا ہے۔ ان کی تصنیف *The Emergence of Modern Turkey* (آکسفورڈ پریس، 2002ء) اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اسی طرح ان کی تصنیفات *Crises of Islam: The Holy War and*

Unholy Terror اور *The Arabs in History* بھی قابلِ ذکر ہیں۔

امریکی مفکر Shireen T. Hunts کی کتاب *The Future of Islam and The West* کو The Center for Strategic and International Studies نے امریکہ سے شائع کیا جس میں موجودہ اسلامی تحریکوں کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔

بعض مغربی مفکرین نے اسلامی تحریکات کو اسلامی مذہب کا المیہ قرار دیا ہے جن کے باعث اسلام کا امیج مغرب میں قابلِ قبول نہیں رہا۔ ایسی ہی ایک تصنیف Ernest Gellner کی *Islamic Dilemmas: Reforms, Nationalists and Industrialists* ہے جو برلن، جرمنی سے Walter de Gruyter کے زیر اہتمام 1985ء میں شائع ہوئی۔

چند مستشرقین کے ہاں خالصتاً اسلامی تحریکات پر بھی تصانیف ملتی ہیں، مثلاً: Shaul Mishal اور Avraham Sela کی متفقہ کاوش *The Palestinian Hamas* (Columbia University Press New York, 2000ء) میں فلسطینی شدت پسند تنظیم 'حماس' کے پس منظر اور مقاصد پر بحث کی گئی ہے۔ اسی طرح بعض تصانیف قومیتوں اور اسلامی ریاستوں کو بنیاد بنا کر لکھی گئیں اور ان میں سرگرم اسلامی تحریکات کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے جیسا کہ *Arab Awakening and Islamic Revival* (Transaction Publishers, New Jersey, 1996) میں اس کے مصنف Martin Kramer نے مشرقِ وسطیٰ میں پائے جانے والے سیاسی افکار کا جائزہ پیش کرتے ہوئے مغرب سے اِن تحریکوں اور قومیتوں کے تحفظات کو دور کرنے کی درخواست کی ہے۔ ایسی ہی ایک تحقیق Raywond Hirnnebusch اور Anoushiravan Ehtishami نے مشترکہ طور پر *The Foriegn Policies of Middle East States* کے نام سے کی ہے جس کو Lymme Rienner Publishers Colorado, USA نے 2002ء میں شائع کیا ہے۔ ایسی ہی ایک کاوش *The Middle East and Islamic World Reorder* کے نام سے Morvin E. Gettleman اور Stuart Schear نے کی ہے جس کو Grove Press, 841 Broadway New York نے 2003ء میں شائع کیا۔

ازمنہ وسطیٰ میں اسلامی تحریکات اور ان کے کردار سے متعلق R. Stephen Humphreys نے اپنی تصنیف The Middle Age in a Trouble Age, Between Memory and Desire (یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس لندن، 1999ء) میں سیر حاصل بحث کی ہے۔

اسلامی مکاتب فکر اور تحریکات کے بارے میں جدید استشراقی رجحانات کو سمجھنے کے لیے S.N.Eisenstadl کی کتاب *Fundamentalism, Sectarianism and Revolutions* (کیمبرج یونیورسٹی پریس برطانیہ، 1999ء) ایک سنگِ میل ہے۔ اسی طرح Mark Juergensmeyer کی کتاب *Terror in the Mind of God* (یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس، لندن 2003ء) میں استشراقی سوچ واضح ہوتی ہے۔ Shaul Shay نے *The Redsea Terror Triangle* (The Interdisciplinary Centre, USA, 2005) میں سوڈان، صومالیہ اور یمن کی مثلث کے علاوہ دیگر خطوں

میں اسلامی وجہادی گروپوں کے بارے میں بحث کی ہے۔ Dore Gold نے *Hat Red's Kingdom* (Renery Publishing Inc. Washington DC, 2003) میں عالمی دہشت گردی کا ذمہ دار سعودی حکومت کوٹھہرایا ہے۔ Sidney Tarrow کی کتاب *Power in Movement* کے نام سے (کیمبرج یونیورسٹی پریس یوکے، 1998ء) میں اسلامی تحریکات کی جدوجہد کا جائزہ لیا گیا اوران کی قوت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلامی ریاستوں میں اسلامی تحریکات کے کردار کے بارے میں Arye Oded کی کتاب *Islam & Politics in Kenya* (Lynne Rienner Publishers Inc. USA, 2000) کا مقدمہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ اس ضمن میں Hugh Roberts کی کتاب *The Battlefield Algeria (1988-2002)* جو 6-Meard Streat London سے 2003ء میں شائع ہوئی)، Ceasar E. Farah کی *ISLAM* جو Barran's Educational Sciences Inc. NY نے 2003ء میں شائع کی، Fereydoun Hoveyda کی *The Broken Cresent*, (Praeger Publishers, USA, 1998) اور *Encyclopedia of Terrorism* شائع شدہ Sage Publishers Inc. USA, 2003 بھی نہایت اہم اضافے ہیں جن سے استشراقی فکر کا اندازہ لگانا آسان ہوجاتا ہے۔

مکالمہ بین المذاہب کے حامی مستشرقین نے بھی اپنی تحریرات میں اسلامی تحریکات کے کردار کا ذکر کیا ہے اور اسلامی مملکتوں کوان کی اصلاح کی تجاویز دیتے ہوئے اس بات کی امید ظاہر کی ہے کہ اس کے بعد بین المذاہب مکالمہ میں حائل رکاوٹیں کم ہوسکتی ہیں۔ دی اسلامک فاؤنڈیشن امریکہ نے 1998ء میں ایسی ہی ایک رپورٹ *Christian Mission and Islamic Dawah* کے نام سے شائع کی۔

Karen Armstrong کا شمار مستشرقین کے اعتدال پسند طبقہ میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کو قریب سے دیکھا اور پھر اس کی حقانیت کا اقرار اپنی تحریرات میں برملا طور پر کیا ہے۔ انہوں نے *Muhammad: A Western Attempt to Understand Islam* میں بھی اسلامی تحریکات کی خصوصیات ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب Victor Gollancz نے 1992ء میں لندن سے شائع کی۔ انہی اعتدال پسند مستشرقین میں سے Cragg Kenneth کی *Call of Minaret* ہے جس کو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے نیویارک سے 1956ء میں شائع کیا تھا۔ اسی طبقہ سے Morman Daniel بھی ہے جس کی تصانیف *Islam and the West: The Making of an Image* اور *The Arabs and the Medieval Europe* بالترتیب آکسفورڈ سے 1960ء اور Longman London سے 1979ء میں شائع ہوئیں۔

Albert Hourani نے بھی اسلامی تحریکات وسیاست کا جائزہ لیا ہے۔ اس کی ایک تصنیف *Europe and Middle East* کے عنوان سے لندن سے 1980ء میں شائع ہوئی۔ اس کی دوسری تصنیف *Western Attitudes towards Islam* یونیورسٹی آف ساؤتھ ایمپٹن سے 1974ء میں شائع ہوئی۔ Hourani کی کتاب *Islam in European Thought* بھی مغربی فکر کا اندازہ لگانے میں مددگار ہے۔ مؤخر الذکر کو کیمبرج یونیورسٹی پریس نے 1989ء میں شائع کیا۔

1957ء میں Princeton University Press نے Wilfred Smith کی کتاب Islamic Movements in Modern History طبع کی۔ 1962ء میں ہارورڈ یونیورسٹی پریس نے R.W.Southern کی Western Views of Islam in Middle Ages شائع کی۔ اسی طرح مشہور مستشرق Montgomery Watt کی تصنیف Islamic Fundamentalism and Modernity میں بھی، جو لندن سے Ken Paul نے 1988ء میں شائع کی، اسلامی تحریکات کو بنیاد پرست اور دہشت گرد کہا گیا ہے۔ ایسے ہی خدشات وتحفظات کا اظہار اس نے اپنی کتاب Ultimate Vision and Ultimate Truth میں کیا ہے جس کو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے 1995ء میں شائع کیا۔

اسلامی انقلاب کے خطرے پر لکھی گئی تصانیف میں Quintan Wiktorowicz کی *Islamic Activisim: A Social Movement Theory Approach* (شائع کردہ Indiana University Press, 2004ء)، Will Wagner کی *How Islam Palns to Change the World* (شائع کردہ Kregel Publications, USA 2004)، Zachary Abuza کی تصنیف *Militant Islam in Southeast Asia* (شائع کردہ Lynne Rienner Publishers USA 2003)، Barry Rubin کی *Revolutioneries and Reforms: Contemporary Isalmist Movements in the Middle East* (شائع کردہ State University of New York Press USA, 2003)، Yoram Schweitzer اور Shaul Shay کی مشترکہ تحقیق *The Globalization of Terror* (شائع کردہ The interdisciplinary Center USA) اور Max.Taylor اور John Horgan کی مشترکہ تحقیق *The Future of Terrorism* (شائع کردہ Frank Cass Publishers London 2000) قابل ذکر ہیں۔

امتِ مسلمہ کی طبقاتی تقسیم بھی استشراق کا ایک اہم ہدف رہا ہے چنانچہ 2003ء میں Rand Corporation USA کی طرف سے 82 صفحات پر مشتمل ایک رپورٹ میں مسلمانوں کو (۱) بنیاد پرست (۲) روایت پسند (۳) جدت پسند اور (۴) سیکولر طبقوں میں تقسیم کر کے ہر ایک طبقہ کی تنظیموں کے بارے میں ایک تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور ان کے حسبِ حال پالیسیاں ترتیب دینے کی سفارشات کی گئی ہیں۔ یہ رپورٹ *Civil Democratic Islam* کے نام سے شائع کی گئی ہے۔

اسلامی تحریکات ومکاتبِ فکر کے بارے میں قدیم وجدید استشراقی فکرورجحانات کے دفاع میں مسلم محققین نے بھی اپنی تصانیف میں جزوی طور پر بحث کی ہے۔ اس ضمن میں سید حسین نصر نے اپنی کتاب ''جدید دنیا میں روایتی اسلام'' میں، جو ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور نے 1996ء میں اردو زبان میں شائع کی، روایتی اسلام اور اس کے احیا کے لیے مصروفِ عمل تحریکات ومکاتبِ فکر پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ تاہم یہ کتاب جدید استشراقی رجحانات کے پروان چڑھنے سے پہلے تصنیف کی گئی۔

Muhammad M. Hafeez کی تصنیف *Why Muslims Rebel?* قابل ذکر ہے جو

Lynne Rienner Publishers نے امریکہ سے 2004ء میں شائع کی۔ اسی طرح پروفیسر خورشید احمد کی کتاب Islam and the West میں بھی، جو اسلامک پبلی کیشنز لاہور نے 1979ء میں شائع کی، جزوی طور پر مغربی افکار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ڈاکٹر غراب احمد عبد الحمید نے 'رؤیة اسلامیة للاستشراق' میں جس کو دارالاصالة للثقافة والنشر والاعلام الریاض نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا، دین اسلام کے بارے میں استشراقی افکار پر بحث کی ہے۔ ڈاکٹر زقزوق محمود حمدی نے 'الاستشراق والخلفیة الفکریة للصراع الحضاری' نامی تصنیف میں جدید مغربی استعمار اور دیگر تہذیبوں پر اس کے حملوں کے متعلق تفصیل بیان کی ہے۔ اس کتاب کو دارالمنار القاہرة مصر نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر اسماعیل سالم عبد العال کی تصنیف 'المستشرقون والاسلام' استشراقی افکار کو سمجھنے میں اہم ماخذ ہے جس کو رابطة العالم الاسلامی، مکہ مکرمہ نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر دیاب محمد احمد نے 'اضواء علی الاستشراق والمستشرقین' میں استشراقی اہداف ومقاصد کو مرکز بحث بناتے ہوئے ان کے اندازِ فکر پر کلام کیا ہے۔ اس کو دارالمنار قاہرة مصر نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ زکریا ہاشم زکریا کی 'الاسلام والمستشرقون' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کو المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیة مصر نے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ اسی سلسلہ میں حسب ذیل تصنیفات بھی اہمیت کی حامل ہیں:

ڈاکٹر مصطفی السباعی، 'الاستشراق والمستشرقون'، مکتبة دارالبیان، الکویت، س۔ن۔

شلبی عبد الجلیل، 'صورٌ استشراقیة'، مجمع البحوث الاسلامیہ، ۱۳۹۸ھ۔

المطعنی عبد العظیم محمد الدکتور، 'افتراءات المستشرقین علی الاسلام'، المکتبة الوہبیة قاہرہ مصر، ۱۹۹۲ء۔

نجیب العقیقی، 'المستشرقون': دارالمعارف، قاہرہ، ۱۹۶۵ء۔

مغربی مفکرین نے اسلامی تحریکات کے لیے عموماً اور شدت پسند تنظیموں کے لیے خصوصاً ایک مخصوص رجحان کو ترقی دی کہ ایسی تحریکات انسانیت کی بقا کے لیے خطرہ ہیں لہٰذا ان کا سدّ باب ضروری ہے۔ انسانی کمزوریوں کو نظر انداز کر دینے کی یہی وہ خطرناک سوچ تھی جس سے نہ صرف مستشرقین بلکہ بعض جدت پسند مسلم مفکرین نے بھی اِن تحریکات کے خلاف جانبدارانہ بلکہ متعصّبانہ رویہ اپنایا۔ اگرچہ اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ ان تحریکات میں بھی بعض نے خلافِ مصلحت حد سے زیادہ شدت کا مظاہرہ کیا جس کے نتائج دیگر اصلاحی تحریکات کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کو بھی بھگتنا پڑے، تاہم ہمیں مغربی طرزِ فکر اور رجحان کو بھی انصاف پسندی کے ساتھ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ زاویہ نگاہ مزید ایسے رجحانات کو جنم دینے کا ذمہ دار ہے جو امنِ عالم کے لیے ہرگز موزوں نہیں۔ درحقیقت دوسری جنگِ عظیم اور اس کے بعد پیدا ہونے والے حالات مغربی تسلط کی مخالف اسلامی تحریکات کے دوبارہ احیا کا باعث بنے۔

گزشتہ صفحات میں ذکر کی گئی کتب کے علاوہ اور بھی بہت سی استشراقی کتب سے اسلامی تحریکات ومکاتبِ فکر کے بارے میں مغربی طرزِ فکر واضح ہوتا ہے اور اسی طرزِ فکر کی روشنی میں مغربی ریاستوں کو مسلم ممالک کے متعلق پالیسیاں ترتیب دینے کی سفارشات کی جاتی ہیں۔ بدقسمتی سے مسلم دانشور شعوری یا غیر شعوری طور پر اس سے غفلت برت رہے ہیں جس سے

مغرب میں اسلام کا امیج بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے اور نتیجتاً مسلم ممالک پر مغربی یورش میں کمی آنے کی بجائے اضافہ ہو رہا ہے۔

دورِ حاضر میں مسلم امہ کا یہ المیہ ہے کہ وہ اپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور نشاۃ کے لیے کسی مجموعی لائحہ عمل اور اجتماعی طرزِ فکر کو اختیار کرنے سے گریزاں ہے۔ اس کے برعکس مغرب ایک طرف اپنی ہمہ جہت صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مزید سے مزید برتری پیدا کرتا چلا جا رہا ہے اور دوسری طرف عالم اسلام کی تحریکوں اور مغرب کے فکری یا تہذیبی چیلنج کے مقابلہ کا پیغام کرنے والے گروہوں کے بارے میں متنوع اسالیب سے مصروفِ عمل ہے۔ ایسی صورتحال میں پہلے قدم کے طور پر مسلم امہ میں ذہنی وفکری بیداری کا پیدا ہونا ازبس ضروری ہے۔ چنانچہ اولاً ہمیں ان فکری رجحانات ومیلانات کا جائزہ لینا ہوگا جو مغربی مفکرین ومستشرقین اسلامی دنیا اور اس کی تحریکات کے بارے میں اپنے ذہنوں میں رکھتے ہیں اور جن کی اصلاح ہونے کے بجائے ان میں مزید شدت آ رہی ہے۔ گیارہ ستمبر کے واقعے نے اس میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اس کے بعد اسلام کو 'دہشت گرد اسلام' اور 'امن پسند اسلام' کے خانوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ ثانیاً ان فکری رجحانات کا جائزہ لے کر مغرب میں اسلام کی درست صورت گری کی جائے تاکہ مغرب کے ساتھ افہام وتفہیم کا راستہ آسان تر ہو سکے جس کے نتیجہ میں گلوبلائزیشن کے عمل کو مثبت انداز میں تقویت پہنچے۔ مزید براں مسلم دانشوروں اور حکومتوں کو اس امر کا احساس ہونا چاہیے کہ وہ اسلامی تحریکات کے کردار کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں اور ایک متفقہ لائحہ عمل اختیار کرتے ہوئے ان کے بارے میں غلط پروپیگنڈے کی تحقیقی انداز میں مذمت اور ان کے مثبت پہلوؤں اور تحفظات کو اجاگر کرنے کے بعد مغربی اندازِ فکر کو تبدیل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

مغربی سوچ اور فکر کا جائزہ لے کر اس کے نقائص سے تحقیقی دنیا کو روشناس کرانا اور اس کے بعد مسلم تھنک ٹینکس کو درست سمت میں پالیسی سازی کے لیے راہنمائی فراہم کرنا محققین اور علما کی بھی ذمہ داری ہے۔ اس کے بعد ہی اس بات کی امید کی جا سکتی ہے کہ ہم اسلام کے بارے میں مغربی سوچ اور طرزِ فکر کو تبدیل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے اور اسلام کی حقیقی صورت گری ممکن ہو سکے گی۔ تبھی اس قابل ہوں گے کہ مغرب کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کر سکیں اور یہی ہماری نشاۃ ثانیہ کا نقطۂ آغاز ہوگا۔ ان شاء اللہ